www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

اشاعت کا پندرہواں سال
15th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

21رفروری تا 27 فروری 2014ء جمعۃ المبارک 20 ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ جلد نمبر: 15 شمارہ نمبر: 07

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

زُوِ کنڈِہ رؤچھمک دَرِدُک سون زَن
ژیئے گہنہِ زَن مولہِ وِنی درٛ آے
وأرِتھ ژھنہِ نَے ڈایِن گرزَن تل
تَتہِ بون چھے ووِنی پَئنی کمأے

میری جان! میں نے تمہاری وہ قدر کی جو سونے کی کی جاتی ہے، تمہیں جو کچھ دیا گیا وہ قیمتی ہی قیمتی ہے، لیکن اسکے بعد تمہیں ڈھائی گز گہرے کھڈ میں لِٹایا جائے گا۔ اور پھر وہاں تمہارے کام وہی آئے گا، جو تم نے دُنیا میں اپنے اعمال سے کمایا ہوگا۔

گناہ پر فخر کرنا درندگی ہے!!!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

قرآن مجید نے مختلف انسانی گروہوں کے مزاج اور ان کی نفسیات پر روشنی ڈالی ہے، اور ہر ایک کے بارے میں دُکھتی ہوئی نبض پر انگلی رکھ دی ہے، اس میں مشرکین کا ذکر بھی ہے، یہودیوں کا بھی، عیسائیوں کا بھی اور منافقین کا بھی، دعوتِ حق کے بارے میں کس کا کیا رویہ ہے؟ اور زندگی کے مسائل کے بارے میں کس کے سوچنے کا کیا انداز ہے؟ قرآن نے اس کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ آج بھی اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اعراب یعنی دیہاتیوں کا جو مزاج قرآن نے بتایا ہے آج بھی شہری ثقافت سے محروم دیہات کے لوگوں میں پوری طرح وہ کیفیت محسوس کی جاسکتی ہے، یہودیوں میں زندگی کی بے پناہ چاہت اور موت سے بے حد خوف کی جو نفسیات بیان کی گئی ہے، اسرائیل اس کی جیتی جاگتی مثال ہے، ہر دَور میں ایک ایسا گروہ موجود رہا ہے، جس کے ظاہر اور باطن میں ایسا فاصلہ ہوتا ہے جیسے دریا کے دو کنارے، اور جن کی زُبان دل کی رفاقت سے محروم رہتی ہے، اسی گروہ کو قرآن ”منافق“ سے تعبیر کرتا ہے، قرآن کی مدنی سورتوں میں ان منافقین کی ریشہ دوانی اور بزدلی کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ اتنا مکمل اور بھر پور ہے کہ اس سے بہتر اس گروہ کی تصویر نہیں کھینچی جاسکتی۔

اسی طرح قرآن نے ایک ایسے گروہ کا بھی ذکر کیا ہے جو دیدہ ودانستہ سچائی کی مخالفت پر پوری طاقت کے ساتھ کمر بستہ رہتا ہے، اس کی کیفیت ایسی ہے کہ گویا اس کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہو، جس کے کان مہر بند کردیئے گئے ہوں، جس کی آنکھوں پر جھوٹ کا اتنا دبیز پردہ چڑھا ہوا ہے کہ سچائی اسے بالکل نظر نہیں آتی: ”ختم الله علی قلوبهم..........“ (البقرہ:۷) ایسا نہیں کہ انکے سینے میں دھڑکنے والا گوشت کا لوتھڑا ہی نہ ہو، لیکن سمجھنے سے محروم، کان نام کا عضو، انکے پاس بھی ہے لیکن حقائق کو سمجھنے سے قاصر، پتلیاں اُنکے حلقۂ چشم میں بھی موجود لیکن سچائی کو دیکھنے سے قاصر۔ ”لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها“۔

قرآن کی ان تعبیرات کو اگر ایک فقرہ میں سمیٹا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس گروہ کے پاس اعضاءِ جسم تو ہوتے ہیں لیکن یہ ضمیر سے محروم ہوتا ہے جیسے دِل کے مرجانے کے بعد جسم ایک لاشہ اور زمین کیلئے ایک بوجھ بن جاتا ہے، اسی طرح ضمیر کی موت انسان کے اندر چھپی ہوئی جو ہر انسانیت کو زندگی سے محروم کردیتا ہے، اور اخلاق وتمدن کی دُنیا کیلئے اس کا وجود ایک بارِ گراں بن جاتا ہے، جیسے مردار جسم انسان کیلئے زہر کی ٹوکری ہے، اسی طرح بے ضمیر اور مردہ ضمیر انسان کی آدمیت کیلئے زہر کا پیالہ ہے، وہ جس منہ سے لگے اسے بھی جوہرِ انسانی سے محروم کردیتا ہے اور ایک ایسے طبقہ کو وجود میں لاتا ہے جو انسانی شکل وصورت کا درندہ ہوتا ہے نہ کہ انسان۔

انسان خطاؤں کا مجموعہ ہے، انسانی ضمیر انسان کو اس کی خطاؤں اور غلطیوں پر متنبہ کرتا رہتا ہے وہ ٹھوکریں کھاتا ہے، لیکن اس کی چوٹ بھی محسوس کرتا ہے وہ گرتا ہے؛ لیکن گر کر اُٹھتا ہے اور اپنے گرد آلود جسم کو صاف ستھرا بھی کرتا ہے، اگر کوئی شخص غلطی پر غلطی کرتا جائے؛ لیکن اسے اپنی غلطی پر پشیمانی تک نہ ہو، ٹھوکریں کھائے؛ لیکن اتنا بے حس ہوکر پتھر کو پھول سمجھ لے، بار بار گرے؛ لیکن اپنے گرد آلود دامن کو بے داغ وبے غبار تصور کرے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے ضمیر میں کوئی رمق حیات باقی نہیں رہ گئی ہے، اسکے دِلوں پر مہر لگ چکی ہے، وہ انسانیت کیلئے ایک بوجھ ہے وہ ایک زندہ لاش ہے، جس کا تعفّن صحت مند اور باضمیر انسانوں کیلئے سراسر نقصان دہ اور مُضر ہے۔

گجرات کے بدنام زمانہ اور بقولِ وزیر اعلیٰ بنگال جناب بٹھاچاریہ سب سے زیادہ بے شرم ”چیف منسٹر نریندر مودی“ نے انسانیت کے قتل اور غارت گری کا جو عریاں رقص سرزمین گجرات میں کیا ہے، اس پر اُنہیں اتنی مسرت اور عزّت کا احساس ہے کہ اس کارنامہ پر وہ گوریا ترا (کاروانِ فخر) نکال رہے ہیں، گویا قتل انسانیت پر فخر کیا جارہا ہے، اس سے زیادہ باعث شرم کوئی اور امر ہوسکتا ہے؟ چور کو اپنی چوری پر، راہ زَن کو اپنی راہزنی پر اور قاتل کو اپنے جور وظلم پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے، بہت سے مجرمین اپنے ضمیر کی ملامت کی وجہ سے نفسیاتی مریض ہوتے ہیں اور بہت سے شدت احساس کی وجہ سے خودکشی کرگذرتے ہیں یا اُن کا دماغی توازُن متاثر ہوجاتا ہے؛ لیکن یہ ایسا شخص ہے جس کے سینہ میں دِل نہیں شاید پتھر کی سل ہے، جو احساس سے خالی اور حیاء سے عاری ہے!

دوسروں کو حقیر سمجھتے ہوئے اپنی کسی بات پر خوش ہونا کبر ہے، جو سب سے بڑا اخلاقی مرض اور تمام روحانی بیماریوں کی جڑ ہے، دوسروں کو حقیر سمجھے بغیر اپنے ہونے والی کسی نعمت کا اظہار فخر ہے؛ لیکن اکثر فخر کی سرحدیں کبر سے جاملتی ہیں، اسی لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب اپنی کسی منقبت کو بیان فرماتے (اور رسول اپنے درجہ ومقام کو واضح کرنے پر اللہ کی طرف سے مامور ہوتا ہے) تو ساتھ ہی ساتھ فخر کی نفی بھی فرماتے، چنانچہ اِرشاد فرمایا کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں: ”اَنا سید ولد آدم ولا فخر“ اسی طرح

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آباء واَجداد پر فخر کرنے کو ناپسند فرمایا ہے، اور حج کے موقع سے جو لوگ اس طرح کی باتیں کیا کرتے تھے، اس کو منع کرکے، اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا مزاج پیدا فرمایا، یہی اسلام کی تعلیم اور اس کا مزاج ہے، کوئی اچھی بات ہو تو اس کا سر خدا کے سامنے جھک جائے اور کوئی غلطی ہو تب بھی جبینِ ندامت خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو اور مخلوق کے سامنے زبان پر کلمہ اعتراف ہو، یہی ایک اچھے انسان کی پہچان ہے، پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیا خوب فرمایا کہ ہر انسان خطا کا مرتکب ہوتا ہے، لیکن بہترین خطا کار وہ ہے جس کو اپنی غلطی پر پشیمانی اور شرمندگی ہو، ”کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون“ یہ اعتراف ہی انسان اور شیطان کے درمیان اصل وجہ امتیاز ہے، سیدنا حضرت آدم علیہ السّلام ذرا سی چوک ہوئی تو وہ ندامت سے پانی پانی ہوگئے اور اپنی لغزش سے کہیں بڑھ کر توبہ فرمائی اور جب شیطان نے اللہ تعالیٰ کی عدول حکمی کی تو بجائے نادم اور پشیمان ہونے اس نے تکبیر اور فخر کا راستہ اختیار کیا اور اسی چیز نے اس کو ہمیشہ کیلئے خالق کائنات کی نظر میں محروم ومغرور بنادیا، پس بُرائی اور کوتاہ کاری پر ندامت اور اعتراف کے بجائے فخر ”ابلیسی صفت“ ہے اور کسی شخص میں اس کیفیت کا پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ روح آدمیت سے محروم اور مزاج شیطانی سے قریب ہو چکا ہے۔

مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ انہوں نے آج فخر وتعلّی کے جو بُت تراش لئے ہیں کیا یہ واقعی متاع فخر اور اعزاز ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دولت وثروت آج ہمارے سماج میں وجہ افتخار بن چکا ہے، پُرشکوہ عمارتوں پر فخر کیا جاتا ہے، ہماری خواتین کیلئے زیورات کی بھائی مقدار وجہ افتخار ہے، نکاح کی تقریبات میں جس قدر دولت کی نمائش مسلمانوں کے یہاں ہوتی ہے اور کھانے پینے کی دعوتوں میں ہمارے یہاں جس تنوع، اسراف اور فضول خرچی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور پھر اسے باعث فخر سمجھا جاتا ہے، یہ سب غلطی پر اعتراف کے بجائے غلطی پر افتخار کی مثالیں ہیں، رُشوت اور کرپشن کس قدر لائق شرم فعل ہے، لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس آمدنی کو بالائی آمدنی اور راوپر کی آمدنی کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں، ماں باپ کو اپنے بال بچوں کی ایسی آمدنی پر شرمندگی اور خفت کے بجائے مسرت اور عجب کا احساس ہوتا ہے اور جو شخص//

بقیہ صفحہ 6 پر......

www.khanqah.in

بدنظری کے نقصانات

مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب

اللہ تعالیٰ شانہ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ان کا فطری تقاضہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بسجود رہے لیکن بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ بجائے شکر آوری کے ناشکری پر لوگ اتر آتے ہیں کبھی ظاہری اعضاء سے تو کبھی باطنی اعضاء سے، اللہ کے حکموں کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہیں، یہ اعضاء جو کہ ہمارے پاس امانت ہیں اس میں خیانت کرنے لگتے ہیں، انہیں میں سے ایک آنکھ بھی ہے، اس کے ذریعہ ہم اُن چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کو ہمارے خالق و مالک نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے، جیسے غیر محرم عورتوں کو اور دیگر محرمات کو دیکھنا، آج یہ مرض زیادہ عام ہو گیا ہے، بوڑھے، جوان سب اس میں مبتلاء ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں واضح طور پر اپنے حبیب صلی اللہ عیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ساری امت کو حکم دیا ہے: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے وہ جو کارروائیاں کرتے ہیں اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے۔ (سورہ نور: ۳۰)

اس کے بعد اگلی آیت میں عورتوں کو بھی یہی تعلیم دی ہے بلکہ کچھ دوسری باتوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے، انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اُس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے، آج ہماری عورتوں کا کیا حال ہے؟ وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں کہ دوسروں پر ظاہر کرنے کیلئے کیسی کیسی سجاوٹیں کرتی ہیں۔ الامان والحفیظ۔

ٹھنڈے دل سے سوچئے! ہم کدھر جا رہے ہیں، قرآن کیا کہہ رہا ہے اور ہم اس کے بالکل برعکس چلے جا رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ نے اس خطرناک مرض سے بچنے کیلئے بہت پہلے ہی ہماری رہنمائی فرما دی تھی، اور مرض کی تشخیص فرما کر دوا بھی تجویز فرما دی تھی، مرض سے بچنے کے لئے پہلے ہی حفاظتی تدابیر بھی سکھا دی تھیں، کاش کہ کوئی عمل کر کے فائدہ اٹھانے والا ہو۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا، راستوں پر بیٹھنے سے بچو، لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اگر کسی کام کے لئے بیٹھنا ہی ضروری ہو تو؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا، اچھا تو راستوں کے حقوق ادا کرتے رہو، انہوں نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا وہ یہ ہیں نگاہیں نیچی رکھنا، کسی کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا، اچھی باتوں کی تعلیم کرنا اور بری باتوں سے روکنا۔ (متفق علیہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، مگر یہ کہ اس کا وہاں محرم بھی موجود ہو۔ (بخاری مسلم) آنحضرت ﷺ نے فرمایا نگاہ، ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ (الترغیب والترہیب)

ایک حدیث پاک میں آپ ؐ نے ارشاد فرمایا آنکھیں زنا کرتی ہیں، ان کا زنا (ناجائز چیزوں کو) دیکھنا ہے۔ (مسلم) آقائے مدنی ﷺ نے فرمایا عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ (ابن رزین) یعنی شیطان عورتوں کے ذریعہ سے مردوں کا جلدی شکار کرتا ہے، بدنظری کرنے کے بعد انسان سے شیطان لعین ہمیشہ پر امید رہتا ہے کہ کبھی نہ کبھی تو اس کو گناہ میں مبتلا کروا کر رہوں گا، امام زہریؒ فرماتے ہیں اگر نابالغ اور کمسن لڑکی ہو لیکن اس کی طرف دیکھنے سے خواہش پیدا ہوتی ہو تو اس کے کسی عضو کو دیکھنا جائز نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے منع فرمایا کہ آدمی کسی امرد لڑکے (جس کے ابھی ڈاڑھی نہیں آئی اس) کو نظر جما کر دیکھے۔ (تلبیس ابلیس) رسول کریم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں بڑی سخت وعید فرمائی ہے۔ کہ اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو قصداً (بلا عذر کسی کے ستر کو، یا اجنبی عورت کو) دیکھنے والا ہو، اور وہ بھی ملعون ہے جسے (بلا عذر) دیکھا جائے۔ (مشکوٰۃ) مثلاً مرد ستر کھول کر گھومے یا عورت بے پردہ پھرے۔

لعنت کا مطلب ہے اللہ کی رحمت سے دور ہونا، سوچئے ذرا! جو شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے پھر اس کا کیا ٹھکانا!!

حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اے علیؓ! ایک مرتبہ بلا ارادہ دیکھنے کے بعد دوسری مرتبہ (اجنبی عورت کو) دیکھنے کا ارادہ مت کرنا اس لئے کہ پہلی نظر (بلا ارادہ) تو معاف ہے مگر دوسری مرتبہ دیکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ) یہاں یہ بات خوب لائق توجہ ہے آپ ﷺ نے جس نظر کو معاف فرمایا! یہ وہ نظر ہے جو بغیر ارادہ کے اچانک پڑ جائے، بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ارادہ کے ساتھ دیکھنا صحیح ہے، یہ بات بالکل غلط ہے اور شیطان کا دھوکا ہے، ارادۃً ایک مرتبہ نظر ڈالنا بھی حرام ہے اور یہ بھی نہیں کہ بے ارادہ پڑنے والی پہلی نظر ہی اتنی بھرپور ہو کہ دوسری مرتبہ دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ حضرت جریر بن عبد اللہؓ نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ جو نظر اچانک کسی (اجنبی) عورت پر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا فوراً وہاں سے نظر ہٹاؤ۔ (مشکوٰۃ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی نعمتوں میں اچھی صورتوں میں عبرت پکڑتے ہیں اور اس کو نیکی کا ذریعہ سمجھتے ہیں، یہ صرف دھوکہ اور شیطانی چال ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ابن عقیل نے کہا کہ جو شخص یوں کہتا ہے کہ مجھ کو اچھی صورتوں کے دیکھنے سے کچھ خوف نہیں تو اس کا یہ قول بے بنیاد ہے کیونکہ شریعت کا خطاب ہر ایک کے لئے عام ہے کسی کو ممتاز نہیں کہا جا سکتا اور قرآن شریف کی آیتیں ایسے دعوؤں کا انکار کرتی ہیں۔ اللہ نے فرمایا اے رسول: ان اہلِ ایمان سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں....

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ آنکھوں کو زنا کا لطف آتا رہتا ہے اور یہ نادان سمجھتا ہے کہ میری یہ نظر پاک ہے لیکن شیطان دراصل اسکو بدھو اور بیوقوف بنائے ہوئے ہے۔

بدنظری کے نقصانات کا سرسری جائزہ:

اللہ کا نافرمان بن جاتا ہے، امانت میں خیانت کرنے والا ہوتا ہے، اللہ کے غضب اور لعنت کا مستحق بن جاتا ہے، توفیقِ عمل چھن جاتی ہے، ذلت و رسوائی کا سبب ہے، برکت ختم ہو جاتی ہے، اللہ کی غیرت بھڑکتی ہے، بدن اور کپڑوں سے عجیب قسم کی بدبو آنے لگتی ہے، مثانہ کمزور ہو جاتا ہے جس سے پیشاب کے قطرے یا مذی کے قطرے آتے رہتے ہیں، بدنظری کے مریضوں کو اکثر جریان کی شکایت ہو جاتی ہے کیونکہ خیالات کی گندگی اور بدنگاہی سے منی پتلی ہو کر پیشاب کے ساتھ کثرتِ احتلام کی صورت میں ضائع ہونے لگتی ہے جس سے دماغ کی کمزوری، سبق کا یاد نہ ہونا یا جلد بھول جانا، چکر آنا، دل کا کمزور ہونا اور گھبرانا، کمر میں درد، پنڈلی میں درد، آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہونا آنکھوں میں ظلمت اور بے رونقی ہونا، چہرے کا بے رونق اور بے نور ہونا کسی کام میں دل نہ لگنا، غصہ کا بڑھ جانا، نیند کم آنا، ہمت کا پست ہونا، سرعت انزال کا ہونا اور اسی طرح مشت زنی کا مریض بن جاتا ہے، دل کا ستیاناس ہو جاتا ہے، ناشکری پیدا ہوتی ہے شرمگاہ محفوظ نہیں رہتی وغیرہ وغیرہ۔

اب یہ ذہن میں آتا ہے کیا اس خطرناک مرض سے بچنے کا کوئی راستہ ہے؟ جی ہاں بہت سے راستے ہیں چند کو پیش خدمت کیا جاتا ہے۔

سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں، جس وقت عورتوں وغیرہ کا گذر ہو، اہتمام سے نگاہ نیچی رکھیں، چاہے کتنا ہی تقاضہ دیکھنے کا ہو، اگر نگاہ پڑ جائے تو فوراً ہٹا لے، خواہ کتنی ہی تکلیف ہو اور یہ سوچے کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلت کا اندیشہ ہے اور آخرت کی تباہی یقینی ہے، اللہ نے جو ہمت دی ہے اس سے کام لیجئے، دعاء کا اہتمام کیجئے، بزرگوں سے دعا کرائیے، بدنظری ہونے پر جرمانہ مقرر کیجئے، اگر نماز پڑھنا طبیعت پر گراں گزرتا ہو تو نفلیں پڑھیے، یا کھانے کا شوق ہے تو روزہ رکھئے، یا پیسے خرچ کرتے ہوئے ناگواری ہوتی ہے تو صدقہ کیجئے، لیکن ان چیزوں کی اتنی مقدار ضرور ہونی چاہئے جو طبیعت پر شاق گزرے، کثرت سے استغفار کیجئے، امانت الٰہی کا خیال رکھئے، آنکھیں اللہ کی امانت ہیں اللہ تعالی امانت میں خیانت کرنے کو خوب جانتا ہے، اور اس پر سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے، جس راستہ پر بدنظری کا اندیشہ ہو، اسے بدل دیجئے، اللہ کا ذکر کیجئے لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے ذہن میں یہ بات رکھئے کہ نہ کوئی معبود ہے نہ کوئی محبوب، مگر صرف اور صرف اللہ، اس بات کا خیال رکھئے کہ اگر اللہ نے روز محشر سب کے سامنے ہماری فلم چلا دی تو کیا ہوگا؟ عذاب الٰہی کا تصور کیجئے، نماز توبہ و نماز حاجت پڑھئے، موت و قبر کا استحضار رکھئے، حدیث میں آتا ہے لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ (جامع العصر)

اس دعا کا ورد کیجئے اللھم اغفرلی وطھر قلبی و احصن فرجی .

ایک نظر بدنظری نہ کرنے کے فائدوں پر: آپ نے فرمایا: نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو اسے میرے خوف سے چھوڑ دے تو میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کریگا۔ (الترغیب والترہیب)، جنت کی ضمانت، عبادت میں حلاوت، قیامت کے دن بدنظری نہ کرنے والی آنکھیں نہیں روئیں گی، چہرے پر نکھار اور رونق آتی ہے، دل میں نور پیدا ہوتا ہے، ولایت خاصہ حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب عظیم ملتا ہے۔ اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE,
PAINTS ETC
ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact Nos: 9419040053

CHAND
SOLARS
NEAR J&K BANK,
T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

SIRCOMPUTERS
DANGERPORA
ISLAMABAD
Cell No's: 9419412525

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

21رفروری 2014 جمعۃ المبارک

ایمانی خصلتیں یہ ھیں......!؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پراور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے خیر کی (بھلی) بات کہنی چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے، اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہئے، اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔ (بخاری ومسلم)

یہ حدیث شریف جوامع الکلم میں سے ہے ایک زبردست عالم امام ابو محمد عبداللہ بن ابی زید مالکی فرماتے ہیں کہ تمام آداب خیر چار حدیثوں سے متفرع ہیں (گویا چار حدیثیں تمام اچھے آداب کے لیے اصول کی حیثیت رکھتی ہیں) اور پھر انھوں نے مذکورہ بالا حدیث کو بھی ان چار حدیثوں میں ذکر فرمایا ہے۔ (شرح مسلم للنووی ۱/ ۵۰) اس حدیث شریف کے اندر تین اہم ایمانی خصلتوں کو بیان فرمایا گیا ہے (۱) خیر کی بات کہنا اور دیگر باتوں پر خاموش رہنا، (۲) پڑوسی کا احترام واکرام کرنا، (۳) مہمان کی عزت اور احترام کرنا۔

پہلی ایمانی خصلت: اس حدیث شریف میں سب سے پہلے یہ فرمایا گیا ہے کہ ''جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے خیر کی بات کہنی چاہئے یا خاموشی یا خاموش رہنا چاہئے''

''فَلْيَقُلْ خيراً أو لِيَصْمُتْ'' یعنی مؤمن کو صرف خیر اور بھلائی والی بات ہی کہنی چاہئے جس سے اپنی ذات کو یا اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچے اور اس بات پر وہ اجر وثواب کا مستحق ہو مثلا تلاوت، اللہ کا ذکر، لوگوں کو اچھی اور بھلی باتوں کا حکم کرنا، اور بری باتوں اور گناہوں سے منع کرنا، لوگوں کو دین کی باتیں بتانا، دینی کتابیں پڑھنا پڑھانا وغیرہ، اور جو باتیں مباح کے قبیل سے ہوں جن پر اجر وثواب ہے نہ عقاب، بغیر ضرورت کے ان باتوں کو بھی زبان پر نہ لائے، اور ضرورت کے وقت جب ایسا مباح کلام کرے تو صرف ضرورت کے بقدر ہی کرے؛ اس لیے کہ مباح کلام میں اگرچہ کوئی گناہ اور عقاب نہیں ہے لیکن اس کلام میں آدمی کی زندگی کے جو بیش قیمت لمحات ضائع ہوجائیں گے ان پر آخرت میں اس کو بہت ہی افسوس اور حسرت ہوگی، اور بلاضرورت مباح کلام سے اس لیے بھی بچنا چاہئے کہ بہت سی مرتبہ بات مباح سے بڑھ کر مکروہ اور حرام تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ فضول کلام سے بچو، آدمی کے لیے اتنا ہی کلام کافی ہے جس سے اس کی ضرورت پوری ہوجائے۔ (جامع العلوم والحکم ص ۲۴۰، کتاب الصمت لابن أبی الدنیا ص ۴۷)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی جب کلام کرنا چاہے تو اچھی طرح سوچ لے اگر اس کلام میں اپنا کوئی ضرر اور نقصان نہ نظر آئے تو کلام کرے، اور اگر اپنا نقصان نظر آئے یا نقصان اور عدم نقصان میں شک ہو تو پھر اس کلام سے رک جائے۔ (شرح مسلم للنووی ۱/ ۵۰) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ آپ مجھے نصیحت فرمادیں تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ ''کلام نہ کیا کرو'' اس نے کہا کہ لوگوں کے بیچ زندگی گذارنے والا شخص کلام کیے بغیر کیسے رہ سکتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم کلام کیے بغیر نہیں رہ سکتے تو حق بات کہو یا خاموش رہو۔ (جامع العلوم ص ۲۴۱، کتاب الصمت ص ۵۸)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اگر کلام اور گفتگو چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے'' حضرت عبداللہ بن المبارکؒ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کی اطاعت میں کلام چاندی ہے تو اللہ کی معصیت اور گناہ والی بات سے خاموشی سونا ہے۔ (جامع العلوم والحکم ص ۲۴۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں روئے زمین پر زبان سے زیادہ لمبی قید کا کوئی حق دار نہیں۔ (کتاب الزہد لأحمد ص ۲۳۶، المعجم الکبیر ۹/ ۱۶۲، جامع العلوم ص ۲۴۱)

بقیہ صفحہ 7 پر......

جواھر القرآن

اور نہ کھاؤ یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر ایسا کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

"اور دے دو یتیموں کو ان کا مال اور مت بدلو برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کا مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر، ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے۔"

(النساء: ۲)

شان نزول: قبیلہ غطفان کا ایک شخص تھا جس کی سرپرستی میں اس کا ایک یتیم بھتیجہ اور اس کا مال بھی تھا، جب وہ یتیم بچہ بالغ ہوگیا تو اس نے اپنے چچا سے مال طلب کیا، چچا نے مال دینے سے انکار کردیا، بالآخر یہ مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا۔ (فَلَمَّا بَلَغَ طَلَبَ مَالَهٗ وَمَنَعَ عَمُّهٗ)۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

جب چچا نے یہ آیت سنی تو کہا: کہ ہم بڑے گناہ سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں، اس زبانی توبہ کے ساتھ ساتھ عملی توبہ اس طور پر کی کہ مال یتیم کے حوالہ کردیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے اور رب کی اس طرح فرمانبرداری کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ وَيُطِعْ رَبَّهٗ هٰكَذَا فَاِنَّهٗ يَحِلُّ دَارَهٗ)

تشریح وتوضیح: یتیم بچہ اگر مالدار ہے تو اس کے اولیاء، ذمہ داران، سرپرستوں کو آیت میں تین حکم دیئے گئے ہیں۔

پہلا حکم: یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ تجارت وغیرہ میں لگا کر شرکت کے بہانہ سے نہ کھاؤ، یا یہ کہ اگر اپنی اور یتیم کی ہانڈی اکٹھی اور مشترکہ پکتی ہو اور اپنے گھر کے کھانے والے افراد پانچ سات ہوں اور یتیم تن تنہا ایک فرد ہو تو اس صورت میں خرچ اپنا اور یتیم کا نصف نصف ۵۰٪ نہیں لگا سکتے۔

دوسرا حکم: اپنے ناکارہ، نکمے، گھٹیا مال کے عوض یتیم کا کارآمد، نفیس وعمدہ مال نہ لو۔

بقول حضرت سعید بن المسیب جیسا کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ اپنی مریل، دربل، لاغر وناتواں بکری کے بدلہ یتیم کی فربہ، موٹی تازی بکری لے لیتے اور کہتے کہ بکری کے بدلے بکری، وہی اردو والی کہاوت ''روٹی کے بدلے روٹی، ماڑی ہو یا موٹی'' اور یہ نہ دیکھتے کہ یتیم کا کس قدر دنیوی نقصان اور اپنا کس قدر اخروی نقصان واقع ہوا، کیونکہ قرآن نے اس کو بڑے گناہ سے تعبیر کیا ہے۔

اس قسم کی تبدیل وتغییر، الٹ پھیر اور بے جا تصرف سے قرآن نے منع کیا ہے جس سے یتیم کا نقصان ہوسکتا ہو۔ //بقیہ صفحہ 5 پر......

ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قسط: 3

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری

قبولیت دعا کے اسباب:

پہلا سبب: سفر بذات خود قبولیت دعا کا سبب ہے جیسا کہ ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ثَلاثُ دعواتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ لاشكَّ فيهن: دعوة المظلوم ودعوة المسافر، ودعوة الوالد لولده'' (ابوداود ۱/ ۲۵، ابن ماجہ ۲۷۵، ترمذی ۲/ ۱۲) تین دعائیں ایسی مقبول ہیں کہ ان میں کوئی شک نہیں، مظلوم کی دعاء، مسافر کی دعا اور باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں۔

اس حدیث میں تو مطلق مسافر کی دعا کی قبولیت کو ذکر فرمایا گیا ہے، اور جب سفر لمبا ہوتا ہے تو وہ اجابت دعا کے اور بھی زیادہ قریب ہوتا ہے؛ اس لیے کہ سفر کی درازی، وطن سے دوری اور مشقتوں اور پریشانیوں کو جھیلنے کی وجہ سے نفس ٹوٹتا ہے اور یہ قبولیت دعا کا ایک عظیم سبب ہے۔

دوسرا سبب: لباس کا معمولی اور پھٹا پرانا ہونا اور گرد وغبار اور پراگندگی سے صورت وہیئت کا خراب ہوجانا بھی قبولیت دعا کے اسباب میں سے ہے، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رُبَّ أشعث مدفوع بالأبواب لو أقسم على الله لأبرَّه'' (رواہ مسلم ۲/ ۳۲۹)

وفي رواية الحاكم: رُبَّ أَشْعَثَ أغبرَ ذي طِمْرَينِ تنبو عنه أعينُ الناسِ لو أقسم على الله لأبره (المستدرک ۴/ ۳۲۸)

بہت سے پراگندہ بال جنھیں دروازوں سے دھتکار دیا جاتا ہے، اگر وہ اللہ پر بھروسہ کرکے قسم کھالیں تو اللہ تعالی ان کی قسم پوری کردیتا ہے (مسلم)

اور حاکم کی روایت میں ہے کہ بہت سے پراگندہ بال، گرد آلود، بوسیدہ کپڑے والے جن کو لوگوں کی نگاہیں نفرت وحقارت کی وجہ سے دیکھنا گوارہ نہیں کرتیں، اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرکے قسم کھالیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری کردیتا ہے (مستدرک)

www.khanqah.in

مہلک روحانی اَمراض۔ طمع، حرص اور شہوت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔ مدظلہ العالی

نوجوانوں کے نام- 2

طمع کا تعلق آرزؤں کے ساتھ ہے، یہ دُنیا ایسی ہے کہ آرزؤں کو جوان کرتی ہے، انسان کے جسم کو بوڑھا کرتی ہے، بندے کو قبر کے قریب کرتی ہے اور پروردگار سے دُور کرتی ہے۔

ایک حریص آدمی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرے لئے دُعا کریں کہ میں جانوروں کی بولی سیکھ جاؤں، اسکے دل میں خیال آیا کہ میں ویسے تو فائدہ اُٹھاتا ہی ہوں، جانوروں کی بولیاں سمجھ لوں گا، مجھے اور فائدے ہوجائیں گے، اسکے اندر طمع تھی، حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دُعا کر دی، اللہ تعالیٰ نے اس کو جانوروں کی بولیاں کا علم عطا کر دیا۔

ایک دِن صبح اُٹھتے ہی اس نے رات کی بچی ہوئی کھانے کی ہڈیاں وغیرہ اور روٹی کا ٹکڑا باہر پھینکا، اسے کھانے کیلئے کتا بھی دوڑا اور مرغا بھی دوڑا۔ مرغا ذرا تیزی سے اُڑا تو اس نے جا کر ٹکڑا اُٹھالیا، اب کتے نے اس سے گفتگو کی کہ بھائی میں ساری رات جاگتا رہا ہوں، نائٹ ڈیوٹی پر تھا، سیکورٹی والے کو نائٹ ڈیوٹی دینی پڑتی ہے، ساری رات میں نے مالک کے گھر کا پہرہ دیا ہے، اب میرا سونے کا وقت تھا، تم مجھے یہ کھانے کا ٹکڑا دیتے تو میں میٹھی نیند سو جاتا، تمہارے لئے تو سارا دِن پڑا ہے، اس نے کہا تو فکر نہ کر، یہ جو مالک کے گھر میں ایک گدھا ہے نا، یہ آج مرے گا تمہیں بہت کچھ مل جائے گا، تمہارے مزے ہوجائیں گے، کتا چپ ہوگیا۔

اَب جو مالک نے سنا کہ گدھے نے مرنا ہے، اس نے سوچا کہ بھئی جلدی سے گدھے سے جان چھڑاؤ، اسی وقت گدھے کو لے کر مارکیٹ میں گیا اور جا کر گدھے کا سودا کر دیا، گھر آ کر بڑا خوش ہوا بیوی کو بتایا کہ دیکھو میں کتنا سمارٹ آدمی ہوں، پھر دوسرا دِن ہوا، اس نے پھر اسی طرح رات کا بچا ہوا ٹکڑا باہر پھینکا، کتا بھی دوڑا اور مرغا بھی دوڑا، مرغا ذرا لمبی چھلانگ مار کر پہلے پہنچا اور اس نے پھر اُٹھالیا، کتے نے پھر کہا بھئی کل بھی تو نے میرے ساتھ زیادتی کی آج پھر میرے ساتھ زیادتی کر رہا ہے، بڑا بے لحاظ ہے۔ اس نے کہا فکر نہ کر آج اس کی گائے مرے گی، تیرے وارے نیارے ہوجائیں گے، کتا چپ ہوگیا، مالک نے جا کر گائے کا بھی سودا کرلیا، بڑا خوش ہوا کہ میں نے یہ پیسے بھی بچالیے، اگے دن پھر یہی واقعہ پیش آیا، آج مرغے نے کہا کہ فکر نہ کر آج اس کا گھوڑا مرے گا۔ کتے نے کہا، دیکھ! تو دو دفعہ جھوٹ بول چکا ہے، آج تمہارا جھوٹ ثابت ہوگیا تو پھر دیکھنا۔ مالک نے جب یہ بات سنی تو وہ گھوڑا بھی بیچ آیا۔ جب اگلا دن ہوا اور مالک نے ٹکڑا پھینکا تو مرغے نے لپک کر پھر اُٹھالیا۔ آج تو کتے کو بڑا غصّہ تھا، وہ اس سے جھگڑ پڑا۔ کہنے لگا کہ تو بڑا بے انصاف اور بے مروّت ہے، تجھے کسی کی کوئی پرواہ ہی نہیں، تو پرلے درجے کا جھوٹا ہے، مرغے نے کہا دیکھو! میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں، میں پرندوں کی دُنیا کا مؤذن سمجھا جاتا ہوں، مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں جھوٹ بولوں، میں جو باتیں کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں، آج فکر نہ کر، مالک خود مرے گا اور لوگ اکٹھے ہوں گے، ان کی دعوت ہوگی اور کھانے ہوں گے اور ہڈیاں ہوگی تیرا کام بنے گا۔

اَب جب مالک نے سنا کہ وہ خود مرے گا، تو اس کو فکر ہوئی، اب بھاگا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس، حضرت! بات یہ ہے کہ مرغا کہہ رہا ہے کہ آج مالک مرے گا، حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ مقدر میں لکھا ہوا تھا کہ تیرے گھر میں کسی نفس کو موت آنی ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے گدھے کیلئے موت لکھی، تو سمارٹ بنا، گدھے سے جان چھڑائی، اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے گائے کو دے دی، تو نے اس کا بھی سودا کرلیا، اللہ نے گھوڑے پر ڈال دی، تو گھوڑے کا سودا کر آیا، اب تیرے اوپر پڑ چکی ہے، دیکھ! ملک الموت آ رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ ملک الموت پہنچ چکا تھا اس نے بندے کی گدی دبائی اور اس کی روح نکال کے چلا گیا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ حکایت ایک جگہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل اندازی نہ کرے، قدرت جو کرتی ہے اسی میں خیر ہوتی ہے، قضا پہ راضی رہے، اگر یہ قضا پر راضی ہوجاتا تو گدھے کی موت سے مصیبت ٹل جاتی۔

''فعل الحکیم لا تخلو عن الحکمۃ'' یعنی دانا کا کوئی بھی کام دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔

تو پروردگار نے ہمارے لئے جو مقدر میں لکھا ہے وہ ہمارے لئے بہتر ہے۔ بندے کو چاہیے کہ صبر شکر سے اس کو قبول کرلے۔ اس لئے جو بندہ قضا پر راضی ہوجاتا ہے، پروردگار عالم اس بندے پر راضی وہجاتے ہیں، لیکن حریص یہ چاہتا ہے کہ نہیں، نقصان سے بچوں، فائدے زیادہ سے زیادہ حاصل کروں اور پھر اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ (جاری)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِسلام کی نظر میں

حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ - 1

ابوحنظلہ ۔ کولگام

وجاہت: سرخ وسپید رنگ، سروقد، لحیم وشحیم، وضع قطع تمکنت ووقار کی امتیازی خوبصورتی، کتابی چہرہ، بڑی اور موٹی آنکھیں، چتون شیر کی مانند، گھنی داڑھی، مہندی اور وسیمہ کے خضاب سے رنگی ہوئی، وجیہ صورت، جاذب نظر، پُرکشش بانکپن، کئی آدمیوں کے حلقے میں ممتاز نظر آتے، قدرتی رعب اور سطوت کے باعث ہر شخص کی توجہ کا مرکز قرار پاتے......لیکن مزاج میں تقویٰ، عاجزی وفروتنی، نہایت درجہ حلم وبردباری، فقیر کی تمکنت اور امیر کی مسکنت کا بہترین امتزاج لباس میں سادگی بلکہ اکثر دفعہ بیسیوں پیوند صرف قمیص پر لگے ہوتے، امام اوزاعیؒ کے استاذ کا کہنا ہے کہ: ''میں نے معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں سوار دیکھا، آپؓ کے پیچھے آپؓ کا غلام تھا، آپؓ کی قمیص کا گریبان چاک ہوا تھا، اسی حالت میں آپؓ بازار میں پھر رہے تھے (حالانکہ آپؓ وہاں کے حکمران تھے)۔ (البدایہ والنہایہ: جلد ۸/ ۳۴) حضرت مسلمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ ہمارے پاس آئے اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹/ ۳۵۵)

ولادت: حضرت امیر معاویہؓ مکہ کے نامور سردار سیدنا ابوسفیانؓ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ بعثتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پانچ سال قبل ۶۰۸ء میں آپؓ کی ولادت ہوئی۔ (ابن حجر الاصابہ: ۳/ ۴۳۱) بچپن ہی سے آپؓ میں اولوالعزمی اور بڑائی کے آثار نمایاں تھے، چنانچہ آپؓ نوعمر تھے، آپؓ کے والد ابوسفیانؓ نے آپؓ کی طرف دیکھا اور کہنے لگے:

''میرا بیٹا بڑے سر والا ہے، اور اس لائق ہے کہ اپنی قوم کا سراد بنے''۔ آپؓ کی والدہ حضرت ہندؓ نے یہ سنا تو کہنے لگیں: ''فقط اپنی قوم کا؟ میں اس کو روؤں اگر یہ پورے عرب کی قیادت نہ کرے۔''

عرب کے ایک قیافہ شناس نے آپؓ کو اچانک دیکھا تو فوراً بولا: ''میرا خیال ہے کہ یہ اپنی قوم کا سردار بنے گا۔''

کُنیت: آپؓ کی کُنیت عبدالرحمٰن تھی۔

تربیت: ماں باپ نے آپؓ کی تربیت میں اس وقت کے عرب دستور کے مطابق کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مختلف علوم وفنون سے آپؓ کو آراستہ کیا اور اس دَور میں جبکہ لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ تھا اور سارے عرب میں جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا، آپؓ کا شمار اُن چند گنے چنے لوگوں میں ہونے لگا جو علم وفن سے آراستہ تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ قبل از اسلام آپؓ کی حالت کے بارے میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ''وکان رئیسا مطاعاً ذا مال جزمل'' آپ اپنی قوم کے سردار تھے، آپ کی اطاعت کی جاتی تھی اور آپ کا شمار مالدار لوگوں میں ہوتا تھا۔'' (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ جلد ۸/ ۱۸، مطبوعہ مصر)

قبول اسلام: مشہور مؤرخ محمد بن سعد طبقات ابن سعد میں رقم طراز ہیں کہ: ''حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے ہی اسلام لے آیا تھا مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا، کیونکہ میری والدہ اس کے خلاف تھیں۔ تاہم ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر آپؓ نے اپنے والد کے ہمراہ اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بدر، خندق اور صلح حدیبیہ میں آپؓ کفار کی جانب سے کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے، حالانکہ آپؓ اس وقت جوان تھے، آپؓ کے والد سالار کے طور پر شریک ہو رہے تھے، اور آپؓ کے ہم عمر سینکڑوں جوان بڑھ کر اسلام کے خلاف جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے اسلام کی روشنی آپؓ کے دل میں اُتر چکی تھی۔ بالآخر کئی سال پہلے پیدا ہونے والی روشنی صبح فتح مکہ میں فروزاں ہوگئی اور ان کرنوں سے عرب کیا عجم کے ہزاروں خطے جگمگا اُٹھے۔

معلومات کا ذخیرہ کیجئے

س: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جبرئیلؑ فرشتہ کو ان کی اصلی صورت میں کتنی مرتبہ اور کس کس وقت دیکھا؟

ج: نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبرئیلؑ کو بصورتِ اصلی پوری زندگی میں صرف چار مرتبہ دیکھا، ایک اس وقت جبکہ آپؐ غار حرا میں موجود تھے اور حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے تو حضورؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ مجھ کو اپنی اصل شکل دکھلاؤ، تو حضرت جبرئیلؑ نے اصلی شکل دکھلادی، دوسرے معراج میں یعنی سدرۃ المنتہیٰ پر، تیسرے مکہ کے مقام اجیاد پر اور یہ واقعہ زمانہ نبوت کے قریب پیش آیا۔ (فتح الباری ۱/ ۱۹، معارف القرآن، ج ۱/ ۴۴، تفسیر خازن ج ۴/ ۱۹۱) چوتھے اُس وقت جبکہ آپ کے چچا حضرتِ حمزہ نے آپؐ سے عرض کیا تھا کہ میں حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں اول تو حضورؐ نے منع کیا کہ تم دیکھ نہ سکو گے انہوں نے عرض کیا آپ دکھا دیجئے، آپؐ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے اور حضرت جبرئیلؑ کعبہ پر اُترے، آپؐ نے فرمایا نگاہ اُٹھاؤ انہوں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ کا جسم مانند زبرجد اخضر یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا حضرت حمزہؓ تاب نہ لا کر غش کھا کر گر گئے۔ (نشر الطیب: ۱۷۳، ذکرہ البیہقی فی دلائل النبوۃ وطبقاتِ ابن سعد بروایت عمار بن یاسر)

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریفات
...... 2 ......

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

سوال: دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف کیا ہے؟ اور شرطیں کیا ہیں؟ کیا ہندوستان جیسا ملک (جہاں ایک دستوری حکومت، تمام شہریوں کے مساوی حقوق کی بنیاد پر قائم ہے، اور قانونی ودستوری نقطۂ نظر سے بلا تفریق مذہب وزبان وعلاقہ ہر شہری کو اپنے مذہبی شعائر کی آزادی کیساتھ ملک کے وسائل آدمنی سے متنفع ہونے کا مساوی حق ہے) دارالحرب ہے؟ اگر دارالاسلام اور دارالحرب کے علاوہ ''دار'' کی کوئی تیسری قسم ہے تو وہ کیا ہے نیز اُس کی کیا کیا شرطیں ہو سکتی ہیں؟

نواز احمد بٹ۔ ڈاڑسرہ ترال

جواب: وباللہ التوفیق ۔ دارالکفر پر بحث کے دو گوشے:

اَب اس اَمر پر غور کرنا چاہیے کہ آیا ''دار'' کی یہ تقسیم فقہاء نے اپنے زمانہ وحالات کے لحاظ سے کی ہے یا یہ قطعی تقسیم ہے۔ اس کیلئے دارالکفر پر دو پہلو سے غور کرنے کی ضرورت ہے، ایک اس کی خارجہ پالیسی اور مملکت اسلامی سے اس کے تعلقات کی نوعیت، دوسرے اندرون ملک اقلیت اور مسلمانوں کے ساتھ اس کا سلوک، فقہاء نے جس زمانہ میں ان اصطلاحات پر بحث کی تھی، اس زمانہ میں مسلمان غیر مسلم ملکوں کے شہری بن کر بہت کم رہتے تھے، اور وہ ہجرت کر کے دارالاسلام منتقل ہوجاتے تھے، اس زمانہ میں آج کی طرح قومیت کے فتنہ نے عالم اسلام میں سرایت کیا تھا، جس نے ایک مسلم ملک کا دروازہ دوسرے ملک کے مسلمانوں کیلئے بند کردیا ہے، اور نہ وہ قانونی الجھنیں تھیں جو اس زمانہ میں تارکین وطن کو پیش آتی ہیں، دارالکفر میں مسلمانوں کا سفر عموماً تجارتی اغراض کیلئے ہوا کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ سبھی کتب فقہ میں دارالحرب میں جانے والے مسلمان مستامن اور تاجر کے احکام کی جو تفصیل ملتی ہے، دارالحرب کے مسلمان باشندے کے متعلق نہیں ملتی، اسلئے فطری بات ہے کہ فقہاء نے عام طور پر ان اصطلاحات میں دارالاسلام اور دارالکفر کے خارجہ تعلقات کو مدنظر رکھا ہے، جب کہ موجودہ حالات میں ہمیں داخلی صورتِ حال اور مسلمانوں کے ساتھ سلوک وبرتاؤ کو سامنے رکھ کر غور کرنا ہے۔

قرآن مجید کی ہدایات کی روشنی میں:

قرآن مجید اپنے زمانہ نزول کے پس منظر کو سامنے رکھ کر کافروں کے دو گروہ کرتا ہے، ایک محاربین کا، دوسرا معاہدین، ایک وہ جو اسلام کے خلاف برسر پیکار تھے، دوسرے وہ جن سے مسلمانوں کا ناجنگ اور بقاء باہم کا معاہدہ تھا، قرآن نے ایک سے زیادہ مواقع پر دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے، محاربین کے بارے میں کہا گیا:

''خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرو جو تم سے برسر جنگ ہوں، ہاں حد سے تجاوز نہ کرو کہ خدا حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جہاں کہیں اُنہیں پاؤ قتل کرو جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکالا ہے تم ان کو نکالو کیونکہ فتنہ قتل سے زیادہ سنگین شئی ہے۔'' (البقرہ: ۱۹۱۔ ۱۹۰)

قرآن نے دوسرے موقع پر اس طبقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''الذین کفروو صدّ وا عن سبیل اللہ'' (محمد: ۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کی نگاہ میں محارب قوم وہ ہے جو مسلمانوں سے آمادۂ قتال ہو، اپنے ملک میں اسلامی تشخص کے ساتھ ان کو رہنے کی اجازت نہ دیتی ہو اور خدا کی راہ پر چلنے اور اس کی دعوت دینے سے روکتی ہو، یعنی وہاں مسلمانوں کو مذہب پر چلنے اور اپنے مذہب کی طرف دعوت دینے کی آزادی حاصل نہ ہو۔ معاہدین کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

''سوائے ان مشرکین کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو پھر وہ تمہارے ساتھ عہد شکنی نہ کریں اور تمہارے مقابلہ کسی کی مدد نہ کریں، تو ان سے مدت معاہدہ تک عہد وفا کرو کہ خدا اہل تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔'' (توبہ: ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ معاہدین جب تک خو معاہدہ کو ختم نہ کریں یا معاہدہ شکنی نہ کریں مسلمانوں کیلئے روا نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا اقدام کریں جو اس معاہدہ کے منافی ہو، یہاں تک کہ اگر وہاں مسلمانوں کے ساتھ زیادتی ہو اور مسلمانِ مملکت اسلامی سے مدد کے طالب ہوں تب بھی مسلمانوں کیلئے اس معاہدہ کی خلاف ورزی جائز نہیں:

''اور اگر وہ تم سے دین کے معاملہ میں مدد کے طالب ہوں تو تم پر ان کی مدد ضروری ہے سوائے اس قوم کے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو'' (انفال: ۷۲)

اُنہی معاندین کی مملکت کو بعض فقہاء نے دارالعہد یا دارالصلح سے تعبیر کیا ہے، قاضی شُریح ابوالحسن ماوروی فرماتے ہیں: ''شوافع اور بعض حنابلہ کے نزدیک ان مصالحین کا ملک دارالعہد اور دارالصلح تصور کیا جاتا ہے۔'' (الاحکام السلطانیۃ: ۱۳۳: بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۸)

اور اس اصول کو سامنے رکھ کر فقہاء نے دونوں طرح کی غیر مسلم اقوام سے مصالحت کی اجازت دی ہے ان سے بھی خراج اور عوض ادا کریں اور ان سے بھی جو مملکت اسلامی کو کوئی خراج ادا نہ کریں، علامہ سمرقندی کہتے ہیں: ''یہی حکم موادعت یعنی مال لے کر یا بغیر مال کے ناجنگ معاہدہ کنے کا ہے، امام کی طرف سے ایسا معاہدہ دُرست ہے اگر اسی میں مصلحت سمجھتا ہو۔'' (تحفۃ الفقہاء: ۳/ ۱۹۷)

پھر جو مملکت کافرہ مسلمانوں کو خراج ادا کرے اس کے دارالاسلام ہونے پر اتفاق ہے اور جس مملکت سے مساویانہ سطح کا معاہدہ ہو اور وہ دارالاسلام کی باجگذار نہ ہو وہ ماوردی کے بیان کے مطابق اکثر فقہاء کے نزدیک دارالاسلام ہی کہلائے گا اور بعض شوافع وحنابلہ کے نزدیک ''دارالعہد'' سے موسوم ہوگا، غالباً یہ اختلاف اس اصل پر مبنی ہوگا کہ جمہور کے نزدیک مسلمانوں کے اس ملک میں مامون ہونے کی وجہ سے یہ دارالاسلام کہلاتا ہوگا اور جن حضرات کی نظر احکامِ اسلامی کے جاری ہونے پر ہوگی وہ اس کو دارالاسلام اور دارالحرب کے درمیان ایک نیا نظام سیاسی ''دارالعہد'' قرار دیتے ہوں گے۔ اس طرح خارجہ پالیسی اور تعلقات کے اعتبار سے دار کی تین قسمیں ہوئیں: ''دارالاسلام'' ''دارالحرب'' اور ''دارالعہد''۔

عہدِ رسالت میں نظامہائے مملکت

غیر مسلم ممالک میں مسلمان شہریوں کے ساتھ سلوک اور ان کے مذہبی اور بنیادی حقوق کے اعتبار سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں تین طرح کی مملکتیں ملتی ہیں، مکہ، مدینہ اور حبش، مکہ میں مسلمانوں کو مذہبی حقوق بالکل حاصل نہ تھے، نہ اعلانیہ عبادت کر سکتے تھے اور نہ اپنے دین کی طرف دعوت دے سکتے تھے، یہاں تک کہ مسلمانوں کیلئے اپنے دین اور جان ومال کی حفاظت کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہاں سے ہجرت کر جائیں، خود قرآن مجید نے ان پر ہجرت کو فرض قرار دیا: ''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تم پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر جائیں۔'' (الانفال: ۷۲)

یہ وہی نظام مملکت تھا جس کو بعد میں فقہاء نے ''دارالحرب'' سے تعبیر کیا، مدینہ میں حکومت کی بنیاد گو مختلف اقوام کی بقاء باہم اور مذہبی آزادی کے اصول پر تھی خود امام محمدؒ نے اس ''موادعت'' کا ذکر کیا ہے لیکن مسلمانوں کو سیاسی بالادستی حاصل تھی اسلئے یہ ''دارالاسلام'' کہلایا۔

حبش میں اقتدار کی باگ گو عیسائیوں کے ہاتھ میں تھی، مگر مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی، فقہاء نے عام طور پر اس نظام ملکت سے تعرض نہیں کیا ہے اور اس پر زیادہ بحث نہیں کی ہے، شاید اس لئے ہوا کہ ہجرت کے واجب ہونے کی وجہ سے بعد کے ادوار میں غیر مسلم ملکوں میں مسلمانوں نے آباد ہونے سے گریز کیا، اور اس وقت فقہاء کو اس پہلو پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن موجودہ حالات میں سیرت کا یہ گوشہ علماء کی خاص توجہ کا طالب ہے، غالباً اسی نظیر کو سامنے رکھ کر ماضی قریب کے علماء نے دار کی ایک نئی صورت ''دارالامن'' کا اختراع کیا۔ پس داخلی حالات اور مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے لحاظ سے دار کی تین قسمیں ہوئیں، دارالاسلام، دارالحرب، دارالامن۔

دارالاسلام: وہ مملکت ہے جہاں مسلمانوں کو ایسا سیاسی موقف حاصل ہو کہ وہ تمام احکام اسلامی کے نفاذ پر قادر ہوں۔ ''ان دارالحرب تصیر دارالاسلام بشرط واحد وھو اظھار حکم الاسلام فیھا''۔

دارالحرب: وہ مملکت کافرہ ہے جہاں کافروں کو اَمن حاصل ہو اور مسلمان شہری اَمن سے محروم ہوں، جیسا کہ کاسانیؒ کا قول گذر چکا ہے۔ نیز وہاں مسلمان مذہبی حقوق وعبادات اور جمعہ وعیدین وغیرہ کی اعلانیہ انجام دہی سے قاصر ہوں، جیسا کہ درمختار میں: ''اجراء احکام اسلام'' کا مفہوم گذر چکا ہے۔ رہ گیا دارالاسلام سے متصل نہ ہونا تو جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ یہ ایسی شرط ہے جو اس زمانہ کے خاص تناظر وحالات میں رکھی گئی تھی موجودہ حالات میں جیسا کہ عالم اسلام کو فوجی اور عسکری بالادستی حاصل نہیں رہی، یہ شرط قابل عمل باقی نہیں رہی ہے۔ (جاری)

بقیہ: جواہر القرآن...... صفحہ 3 سے آگے

تیسرا حکم: اور جب یتیم بچے بالغ ہوجائیں، اپنے نفع ونقصان، حرج مرج، بھلے بُرے اپنے پرائے کی پہچان کرنے لگیں، اور اپنے مال کا مطالبہ بھی کریں تو ان کا مال بلاچون وچرا ان کے حوالہ کردو۔

پیغام: شریعت مطہرہ نے جابجا ابن آدم کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ حلال مال کا استعمال کرے، اور حرام سے حد درجہ اجتناب کرے، مگر یتیم کا مال کھانے سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے کیونکہ اور لوگ تو اپنے مال کے خود نگراں ہیں، وہ دوسروں کی دست برد سے مال کو خود ہی بچالیں گے، مگر یتیم ---- وہ تو خود ہی بے بس، بے کس، کم سن، مجبور ولاچار، دوسروں کا دستِ نگر وہ اپنی جان کی حفاظت نہیں کر سکتا تو اپنے مال کی کیا حفاظت کرے گا، پھر جب کہ کھانے والا بھی اپنا کفیل، سرپرست، ذمہ دار، اپنا سگا ہو تو وہ کیا کہہ سکے گا؟

ایک دوسری آیت میں متنبہ کیا گیا کہ یتیم کا مال کھانا تو ایسا ہے جیسے تم نے اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر لی ہو (ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یا کلون فی بطونھم نارا)۔

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

عورت ایک ماں، بہن، بیٹی، بیوی

مسعود عظمت

بارہویں صدی ہجری کی ابتدا (اٹھارہویں صدی عیسوی) میں جب اقوام مغرب نے اپنے تمام تر سازو سامان، وسائل و ذرائع کے ذریعے عالم اسلام پر یورش کی تو اس کے ہمہ گیر اثرات سے عالم اسلام کا کوئی گوشہ محفوظ نہ رہ سکا، مسلمانوں کی معاشرت، رہن سہن، اسلامی افکار و خیالات، تہذیب و تمدن، ان کی تاریخ غرض یہ کہ ہر اس چیز کو بدلنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے مسلمان ان کے آگے سر اٹھا سکتے تھے اور یہ لوگ اپنی کوششوں میں اور سرگرمیوں میں نت نئے طریقے ڈھونڈنے لگے۔ مختلف نعرے ایجاد کیے گئے، جو دل و دماغ کو تو بھلے لگے لیکن ان کے نتائج انتہائی بھیانک صورت میں سامنے آئے، عربوں کے اندر قومیت کی تخم ریزی کی گئی، جس کی وجہ سے خلافت عثمانیہ کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کو اپنا ماضی بھلانے اور عورتوں کے کردار و عظمت کو داغدار کرنے کے حیلے سوچے گئے۔ مختلف نعروں کے ذریعے ان کے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کے لیے آوازیں بلند کی گئیں، عورتوں کو مساوات کے نعروں کے ذریعے گھروں سے نکال دیا کہ مرد کے مساوی تمام حقوق حاصل کرے، لیکن ان نعروں کا مقصد اسلام کے خاندانی نظام کو تہہ و بالا کرنا تھا، جو اسلام کی تعلیمات کی وجہ سے ایک مربوط شکل میں قائم تھا۔ چناں چہ یورپ کا اپنا خاندانی نظام تباہ ہو چکا، بہن، بیٹی، ماں کا کوئی کردار نہیں، ان کے نزدیک عورت کی حیثیت ہے تو صرف ایک مرد کی خواہش کو پوری کرنا۔ کیوں کہ ان لوگوں نے عورت کو اپنے پسندیدہ نعروں کی آڑ میں اس کے حقوق کو غصب کیا، اور آج بڑے زور و شور سے اسلامی ممالک کے اندر این جی اوز (NGO) کے ذریعے اس چیز کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔

لیکن سوچنے کی بات ہے کہ اسلام نے وہ تمام حقوق، جو ایک عورت ذات کے لیے تھے، آج سے چودہ صدیاں پہلے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری کر دیے تھے، اسلام کی آمد سے پہلے عورت کی حالت انتہائی خراب اور اس کو جانور سے زیادہ بدتر تصور کیا جاتا تھا۔

فرانس میں اسلام سے ماقبل عورت کے بارے میں یہ خیال تھا کہ اس کے اندر آدھی روح ہوتی ہے، پوری روح نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے ہر برائی کی جڑ ہے۔ چین میں عورت کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ عورت کے اندر شیطانی روح ہوتی ہے، اسی وجہ سے یہ فساد کا باعث ہوتی ہے۔ جاپان میں عیسائیت نے رہبانیت کو گھڑ لیا اور یہ تصور قائم کر دیا کہ ازدواجی زندگی گزارنا اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے، اس لیے مرد راہب بن کر اور عورتیں راہبہ بن کر خدا کی معرفت حاصل کریں۔ یہ تھے اسلام سے ماقبل کے تصورات، لیکن اسلام کی آمد کے بعد عورت کو جو حقوق ملے وہ پہلے کبھی نہیں ملے۔ عورت اگر ماں ہے تو انسان اس کی خدمت کر کے اس کے قدموں تلے سے جنت حاصل کر سکتا ہے، عورت اگر بیٹی ہے تو ایک باپ کے لیے عزت ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے دو بچیوں کی اچھی طرح پرورش کی، انہیں اچھی تعلیم دے کر ان کی شادی کروادی تو قیامت کے دن وہ اور میں (دو انگلیوں کو ایک ساتھ ملا کر فرمایا) اس طرح قریب ہوں گے۔ یہ مقام دیا گیا ایک باپ کو بیٹیوں کی پرورش پر۔ عورت اگر کسی کی بہن ہے تو عزت و ناموس ہے۔ عورت اگر بیوی ہے تو اس کو گھر کی ملکہ کہا گیا، گھر کی تمام ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دی گئیں، مرد تو باہر سے کما کر لائے گا اور عورت کا کام صرف اتنا کہ وہ اس کو خرچ کرے، اس کو کھانا بنا کر دے۔ یہ تمام کام گھر میں عورت کرے گی، عورت کو باہر کے بھاری کام نہیں کرنے پڑیں گے۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاتون حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مرد تو نیکیوں میں ہم سے بہت آگے بڑھ گئے؟ پوچھا کیسے؟ وہ اس طرح کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے ہیں، ساری ساری رات جاگ کر سرحدوں پر پہرہ دیتے ہیں، لیکن ہم گھروں کے اندر ان کے بچوں کی پرورش کرتی ہیں، ان کو پکا کر کھلاتی ہیں، ان کی تربیت کا خیال رکھتی ہیں اور ان کی جان و مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ لیکن ہم رات کو ان کی طرح پہرہ نہیں دیتیں، قتال نہیں کرتیں۔ مرد مسجدوں میں جا کر با جماعت نماز ادا کرتے ہیں جب کہ ہم گھر میں پڑھ لیتی ہیں؟ جب انہوں نے یہ سوال پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سوال پوچھنے والی نے بہت اچھا سوال کیا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت گھر میں اپنے بچوں کی وجہ سے رات کو جاگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس مجاہد کے برابر اجر عطا فرماتے ہیں جو ساری رات جاگ کر پہرہ دیتا ہے، گویا نرم گرم بستر پر مجاہد کے برابر ثواب مل گیا اور جو عورت گھر میں نماز پڑھے اس نے مرد کے برابر با جماعت نماز کا ثواب پایا۔ یہ ہے اسلام کی وہ تعلیمات اور وہ حقوق (Human Right) جو آج تک کسی قوم نے نہیں دیے، اگر حقوق اسی کا نام ہے کہ عورت کو بے پردہ کر کے اس کی تصاویر ہر چوراہے پر لٹکائی جائیں اور اگر مساوات اسی کا نام ہے کہ عورت کو مردوں کی طرح کاموں پر لگا دیا جائے، جو کام مردوں کے کرنے کے ہوتے ہیں، بڑے بڑے ٹرالر چلانا، سڑکوں کی تعمیر، عمارتوں کی تزئین و آرائش، فوج کے ساتھ میدان جنگ میں لڑنا تو اسلام ان حقوق کی اجازت نہیں دیتا۔

آج اگر یہ لوگ وولٹائر، مونٹسیکو اور روسو کے نظریات کا پرچار کرتے ہیں اور عورت کی آزادی کی باتیں کرتے ہیں اور عورت کو گھر سے باہر نکالنے اور بے پردگی عام کرنے پر این جی اوز کو ذریعہ بناتے ہیں تو یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کے اندر جو دین سے محبت و عقیدت ہے اس کو مٹانا چاہتے ہیں اور وہ خاندانی نظام جو مغرب کا پہلے سے تباہ ہو چکا اب اس کے درپے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کے اس خاندانی نظام کو بھی تباہ کیا جا سکے۔ سوویت روس کے آخری صدر نے اپنی کتاب (Perestrioke) میں لکھا ہے کہ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یورپ میں عورت کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں کچھ معاشی فوائد تو ضرور حاصل ہوئے، لیکن نظام کا شیرازہ بکھر گیا اور اب یہ ایک اہم سوال ہے کہ اسے واپس کیسے لایا جائے؟

آج مغرب اس بات پر پریشان ہے کہ عورتوں کو تو ہم نے گھر سے باہر نکال دیا اور مساوی حقوق دے دیے، شانہ بشانہ چلنے میں جو رکاوٹیں تھیں، ختم کر دی گئیں، لیکن ان تمام صورتوں میں ہمیں کچھ فوائد تو حاصل ہوئے، معاشی ترقی تو حاصل ہوئی، لیکن خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔ اب یہاں پر نہ وہ ماں کا تقدس قائم ہے اور نہ بہن کا ناموس باقی ہے اور نہ بیٹی سے محبت باقی ہے ایک باپ کو معلوم نہیں کہ اس کی بیٹی رات گئے تک کہاں رہتی ہے اور نہ ایک شوہر کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بیوی کونسے کلب میں جاتی ہے اور رات دیر سے لوٹتی ہے؟ اگر ایک شوہر یا باپ عورت سے پوچھ گچھ کرے گا تھوڑی سی سختی کرے گا تو اسے جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔ نہ کوئی قید و بندش اور نہ کوئی عزت و شرف، ایک باپ کو اپنی بیٹی کے ساتھ بہت زیادہ محبت ہوتی ہے، وہ اس سے بہت پیار کرتا ہے، لیکن جب یہی بیٹی اس کی عزت خاک میں ملا دے اس کی نافرمانی کرے تو اس باپ کو ہی پتا ہوتا ہے جو اس کے دل پر گزرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات نے عورت کو حقوق دے کر اس پر بڑا احسان کیا، اسلام ہی کی تعلیمات نے باپ بیٹی کے درمیان مقدس رشتے کو برقرار رکھا۔ ایک باپ کے ذمہ لگا دیا گیا کہ وہ بیٹی کی پرورش کر کے، اس کو تعلیم سے روشناس کرائے اور جب بالغ ہو جائے تو اس کو شادی کے بندھن میں باندھ کر اپنے گھر رخصت کر دے، پھر یہاں تک ہی نہیں کیا، بلکہ اس کا جب جی چاہا، اپنے والدین کے گھر آ سکتی ہے۔

لیکن اس دور میں جب کہ ہر طرف حقوق نسواں (Human Right) کے نعرے بلند کیے جا رہے ہیں، مغرب میں عورت کے پردہ کرنے پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ اگر کوئی اپنا مقدمہ لڑنے عدالت جاتی ہے تو بھری عدالت میں اس کا خون کیا جاتا ہے، اگر اپنی عزت آبرو بچانے کے لیے پردہ کرنا چاہتی ہے تو اس پر آوازیں کسی جاتی ہیں، یہ ہے مغرب کا دوہرا معیار، جس کے پیچھے ہم چل پڑے ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے مغرب سے درآمد چیزیں لے لیتے ہیں اور ان پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہوئے اپنا لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے کے اندر ہزاروں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں، اگر ہم نے ان چیزوں پر غور نہ کیا تو یورپ سے برآمد افکار و نظریات اور تہذیب و تمدن کے نام سے آنے والا ایک طوفان بلاخیز ہماری ہر چیز کو بہا کر لے جائے گا۔

بقیہ: گناہ پر فخر .... صفحہ اول سے آگے

حلال پر قناعت کی وجہ سے سادہ زندگی گذارتا ہو، اسے بے وقوف اور بے عقل باور کیا جاتا ہے۔ سودی اداروں کی ملازمت ناجائز ہے، فلمی اداکاری ناجائز ہے، لیکن لوگ اپنا اور اپنے عزیزوں کا فخریہ تذکرہ کرتے ہیں، کہ یہ فلاں سودی ادارہ میں فلاں عہدہ پر ہیں، فلمی اداکاروں سے ملاقات کو اعزاز تصور کیا جاتا ہے، مسلمان تنظیمیں انہیں اپنے جلسوں میں عزت کے احساس کے ساتھ مدعو کرتی ہیں اور ان کی شرکت کی تشہیر کرتی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سب گناہ اور گناہ گاروں پر فخر کرنے ہی کی صورتیں ہیں، مسلمانوں میں شاید ابھی یہ بلا نہیں آئی، لیکن دوسری قوموں میں مغرب کے زیر اثر حسن کی نمائش کا جو ذوق چل پڑا ہے، اس نے سماج کو اتنا بے حیاء کر دیا ہے کہ والدین اپنی لڑکیوں کے حسن کے عریاں ہونے پر خوشی میں ناچتے اور رقص کرتے ہیں ''حسنِ بے پردہ'' تو وجہ عار تھا، لیکن مردوں کی نگاہ ہوس نے عورتوں کا استحصال کرنے کیلئے اسے وجہ افتخار بنا دیا۔

بعض لوگ بدزُبان اور بدمزاج ہوتے ہیں، معمولی معمولی باتوں پر برہمی اور اپنے بزرگوں اور سماج کے باعزت لوگوں پر حرف گیری کا مزاج رکھتے ہیں، جس کو جو جی میں آیا کہہ دیا، بلکہ موقعہ ہوا تو دشنام طرازی سے بھی نہیں چوکے، پھر اسے فخریہ بیان کرتے ہیں، اسے اپنا کمال سمجھتے ہیں یا اسے صاف گوئی کا عنوان دیتے ہیں، حالانکہ صاف گوئی کے معنی دوسروں پر طنز و تعریض یا تنقیص نہیں اور اپنی ان نازیبا باتوں پر فخر بھی کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں کو ایسی کھری کھری سنائی اور فلاں شخص کو برسر عام ایسا اور ویسا کہا؛ حالانکہ یہ سب قابل شرم باتیں ہیں نہ کہ قابل فخر، ان پر انسان کو شرمانا چاہیے نہ کہ اترانا۔ غرض گناہ پر شرمانے، لجانے اور عفو خواہ ہونے کے بجائے فخر کرنے، اترانے اور اپنی عزت محسوس کرنے کا ایک مزاج سا بن گیا ہے، یہ سماج کے بے ضمیر ہونے اور اس کے جوہر انسانیت کے مردہ ہو جانے کی ایک علامت ہے اور کیوں نہ ہو کہ حکمرانوں کا اثر رعایا پر پڑتا ہی ہے: ''الناس علی دین ملوکھم'' جس سماج میں گناہ پر فخر ہونے لگے اور غلطی وجہ ندامت ہونے کے بجائے وجہ افتخار قرار پائے، وہاں برائیاں پنپتی ہی رہیں گی اور جور و ظلم میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا، کیونکہ جب گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھا جائے تو گناہ پر ٹوکنے والی زبانیں اور گناہ سے روکنے والے ہاتھ کہاں رہیں گے؟ جو لوگ خدا پر اور آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتے ہوں ان سے گناہ پر فخر کرنے کے بابت کیا شکوہ کیا جائے، اصل شکوہ تو اپنے ان بھائیوں سے ہے، جو دین حق کے حامل و ترجمان ہونے کے باوجود گناہ کے بارے میں اتنے جری ہیں کہ انہوں نے نیکی و بدی کی اصطلاحیں ہی بدل دی ہیں اور برائیوں کو نیکی کا نام دے دیا ہے!

بقیہ: صفحہ آخر سے آگے......

کوخوش کیا جائے ،سوڈاکٹر عبدالسلام کوبھی انعام سے نوازا گیا(تفصیل کے لیے دیکھئے روزنامہ چٹان،۶رفروری ۱۹۸۶ء)

بہر حال یہ انعام خالص سود کی رقم ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے(مسلم شریف)اگر یہ انعام کسی قادیانی کوملتا ہے اور قادیانیت ہی کے نام سے اس کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تو ہمیں یا کسی سچے مسلمان کو حیرت یا افسوس کا مقام نہیں کہ روح کے مطابق قادیانیوں کو غذا ملی۔البتہ افسوس ان مسلمانوں پر ہے یا مسلمانوں کا بے جا نام استعمال کرنے والوں پر ہے جو اس کو احمدیت اور قادیانیت کی صداقت وحقانیت کی دلیل سمجھ بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کو اس پر اپنے طنز وتعریض کا نشانہ بناتے ہیں جیسا کہ حال ہی میں دہلی کے ایک روزنامے میں ''مبین ڈار'' کے نام سے ایک مضمون نگار کے مضمون میں دیکھنے کوملا جس سے واضح طور پر قادیانی سازش کی بوآتی ہے ع پس پردہ کوئی چھپا سامری ہے۔

کمال کی بات یہ بھی دیکھئے کہ مضمون نگار بہادر نے مضمون میں اپنے مزعومات کے لیے کوئی حوالہ نہیں جس سے ان کی صداقت ثابت ہوتی ،بس مصری ادیب ''نجیب محفوظ'' کی طرح علماء کو''منفی سوچ کا حامل'' جیسے الفاظ سے جی بھر کر اپنی بھڑاس نکالی ہے۔اور علماء کو اس بات پر خوب کوسا ہے کہ انھوں نے پڑوسی ملک میں قادیانیوں کو کافر کیوں قرار دیا ،قادیانیوں کو جی جان سے خدمت کرنے والا بتاتے ہوئے جو اپنا شخصی آئینہ پیش کیا ہے اس سے خوب محسوس کیا جاسکتا ہے کہ بدزبانی کا عنصر انھیں مرزا غلام قادیانی سے وراثت میں ملا ہے۔یا یہ سب کچھ شاید اسی خوش فہمی میں ہے کہ ممکن ہے کہ نوبل کمیٹی کی نظر عنایت پڑ جائے۔لیکن یاد رہے کہ یہ عربی کے ایک مقولہ'' انفٌ في الماء و اِستٌ في السماء '' کے مصداق ہوگا۔البتہ مسلمانوں کو ضرور چوکنا ہو جانا چاہئے کہ دہلی میں اب قادیانیت نواز عناصر قلمی نام رکھ کر اس طرح سرگرم عمل ہیں۔مبین ڈار بھی کسی فرقان صاحب کا قلمی نام ہے۔جو اپنے نام سے زیادہ اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھ کر قادیانیوں کی حمایت کا کاروبار چلانا چاہتے ہیں۔

بقیہ: اداریہ...... صفحہ 3 سے

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ دو چیزوں فضول مال اور فضول کلام میں ہلاک ہو رہے ہیں(کتاب الصمت ص ۸۴،جامع العلوم ص ۱۴۰)

ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ خاموشی سلامتی ہے اور یہی اصل ہے،اور خاموشی کے موقع پر خاموش رہنا مردوں کی (ممدوح) صفت ہے جیسا کہ بولنے کے مقام پر بولنا بہترین خصلت ہے، ابوعلی الدقاقؒ فرماتے ہیں کہ جو حق بات کہنے کے موقع پر خاموش رہے وہ گونگا شیطان ہے۔(شرح مسلم للنوی ۱ر ۵۰)اسی طرح بے ضرورت کثرت کلام دل کی سختی اور قساوت کا بھی باعث ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' لاتُکثِرِ الکلامَ بغیرِ ذِکرِ اللهِ فإنَّ کَثرةَ الکلامِ بغیرِ ذکرِ اللهِ قَسوَةٌ للقلب وإنَّ أَبعَدَ الناسِ مِنَ اللهِ القَلبُ القاسِي۔(الترمذي ۲ر ٦٦)''اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو کیوں کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ کلام کی کثرت دل کی سختی کا سبب ہے،اور بے شک سخت دل اللہ سے سب سے زیادہ دور ہے'' کثرت کلام سے اس لیے بھی منع فرمایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے عموماً گفتگو میں جھوٹ،غیبت،چغلی،فضول اور لایعنی باتیں در آتی ہیں، اور آدمی کے ظاہر وباطن پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے اور دل میں قساوت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر دل نیکی اور طاعات کی طرف مائل نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا میلان شر کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل سکھا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرنے وغیرہ چند اعمال ذکر کرنے کے بعد فرمایا''فإنْ لَمْ تُطِقْ ذلک فَأَطْعِمِ الجائعَ واسْقِ الظَّمْآنَ وأْمُرْ بالمعروفِ وانْهَ عَنِ المُنکَرِ،فإنْ لَمْ تُطِقْ ذلک فکُفَّ لِسانَکَ إلاّ مِنَ الخَیرِ''۔(مسند احمد ۴ر ۱۹۹)یعنی اگر تم گردن آزاد کرنے وغیرہ اعمال کی طاقت نہ رکھ سکو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ،پیاسے کو پانی پلاؤ،اچھی بات کا حکم کرو اور بری بات سے روکو،اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اپنی زبان کو خیر کے علاوہ باتوں سے روک لو۔

بہر حال ایک مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہمیشہ خیر ہی میں استعمال کرے اور خیر کے علاوہ بات پر زبان بند کرلے اور خاموش رہے،یہ ایک مؤمنانہ خصلت ہے جو ہر مسلمان کے اندر پائی جانی چاہئے،حدیث شریف کے اندر جو پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے'' مَنْ کانَ یُؤْمِنُ باللهِ والیومِ الآخِرِ فَلْیَقُلْ خیراً أوْلِیَصْمُتْ ''اس سے مسلمانوں کو یہی پیغام دینا مقصود ہے۔

دارالعلوم سواءالسبیل آپ کی خدمت..........؟

دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں ،پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا،جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اورائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواءالسبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا ،مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاوُن کی گذارش کی جارہی ہے،مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔☆ سیمنٹ یا لوہا خود لا سکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

خدّام : دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر۔9906546004, 9906611144

احساسِ کشمیر یا زوالِ کشمیر

تاریخ کشمیر میں ۷ ستمبر ۲۰۱۳ء کو بھی یاد رکھا جائے جب عالمی شہرت یافتہ ساز نواز زوبن مہتا کا شالیمار باغ سرینگر میں ایک میوزیکل کنسرٹ (Musical Concert) بعنوان ''احساس کشمیر'' منعقد ہوا۔اس کنسرٹ کے نام سے گویا اقوام عالم کو یہ پیغام دینا تھا کہ کشمیر کا حقیقی احساس یہی ہے حالانکہ یہ میوزیکل کنسرٹ منعقد کرانے والے بھی اگر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں تو ان کے اندر کا ضمیر (بشرطیکہ زندہ ہو) بھی یہ آواز دے گا کہ یہ ہرگز ''احساس کشمیر'' نہیں ''احساس کشمیر'' اور ''حقیقت کشمیر'' تو اور ہی کوئی چیز ہے۔بہر حال اس میوزیکل کنسرٹ کی وجہ سے جہاں پوری وادی کشمیر میں کرفیو نافذ کیا گیا وہیں خزانہ عامرہ کی ایک ''بہت بڑی رقم'' خرچ کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کے احساسات اور جذبات سے ایک کھلواڑ کیا گیا،جہاں اس دن شالیمار باغ (جو درحقیقت فوجی چھاؤنی میں تبدیل کیا گیا تھا) میں موجود مدعوین حضرات اپنے کرتب دکھا رہے تھے اور کچھ ''چنیدہ سرکاری مہمان'' ان سے لطف اندوز ہو رہے تھے وہیں کشمیر کے دوسرے علاقے میں کشت وخون جاری تھا جس کے نتیجے میں پوری وادی کشمیر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔

محترم قارئین!یہ ایک وسیع باب ہے اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور لکھنے والوں نے لکھا بھی۔چنانچہ کچھ حضرات نے اسے ''سیاسی مسئلہ'' قرار دیا کہ دنیا والوں پر واضح ہو جائے کہ کشمیر پُرامن ہے،کچھ حضرات نے اسے ''کشمیری موسیقیت'' کو ختم کرنے کی سازش قرار دیا اور بعض نے اسے ''بیوروکریٹس'' (Bureaucrats) کے دل بہلانے کا ایک ذریعہ قرار دیا۔یہ تمام تبصرے اپنی جگہ بجا بھی ہوسکتے ہیں لیکن اگر شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یقیناً ہر صاحب دل اس سے شیطان ملعون کی خوشی اور رب ذوالجلال کی ناراضگی محسوس کرے گا کیونکہ شیطان جب راندہ درگاہ ہوا تھا تو چلتے چلتے اس نے چند چیزیں طلب کی تھیں جو حکمت باری اور مشیت ایزدی کے تحت اسے مل گئیں۔ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ مجھے اپنی طرف بلانے کا کوئی ذریعہ عطا کیا جائے۔تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب ملا ٹھیک ہے تمہاری دعوت کا ذریعہ یہی ''ڈھول باجے'' ہیں۔ (تهذيب الآثار ۲/ ۴۳۷)

نیز قرب قیامت کی جہاں اور بہت ساری نشانیاں لسانِ نبوی ﷺ نے بیان فرمائی تھیں وہیں ایک بہت ہی اہم نشانی واتخذت القينات والمعازف بھی ہے یعنی گانے بجانے والیاں اور آلات موسیقیت (Musical instruments) کی کثرت ہونے لگے گی۔(ترمذی ۴/ ۴۹۴ ح ۲۲۱۰)ہماری وادی کشمیر میں بھی اب شراب،منشیات (drugs) اور بے پردگی کے ساتھ ساتھ موسیقیت کی کثرت ہونے لگی ہے۔کسی دوکان پر جاؤ تو میوزک،گاڑی میں سوار ہو تو میوزک،کسی شخص کا بلالحاظ عمر وجنس موبائیل فون دیکھو تو میوزک بلکہ اللہ رحم فرمائے اب تو اللہ کے مقدس گھر مساجد میں بھی میوزک کی گھنٹیاں بجتی ہیں اور کسی کے کانوں تلے جوں بھی نہ رینگتی۔حالانکہ احادیث میں کثرت سے میوزک کے مفاسد بیان کیے گئے ہیں اور خاص طور پر اسے حرام قرار دیا گیا ہے بلکہ بعثتِ نبوی کے مقاصد میں جہاں تعلیم کتاب وسنت،تزکیہ نفوس اور تلاوت آیات قرآنیہ ہے وہاں شیطانی باجوں کو ختم کرنا اور تمام آلاتِ موسیقیت (musical instruments) کو مٹانا بھی بعثت نبوی کے مقاصد میں ہے۔جھوٹ،خیانت اور وعدہ خلافی کو جہاں علامات نفاق قرار دیا گیا ہے وہاں میوزک کو باعثِ نفاق بھی قرار دیا گیا ہے۔غرض گناہ کبیرہ کی فہرست میں ایک اہم عنوان میوزک بھی ہے۔ذیل میں میوزک کی حرمت وقباحت کے بارے کچھ احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے مجھے آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔(کنز العمال ۱۵/ ۲۲٦) (۲) حضرت ابولبابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسریاں مکمل طور پر ختم کردوں۔(مسند احمد ۵/ ۲۵۷ ح ۲۲۲۷۲) (۳) حضرت انسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے۔ایک خوشی کے موقعے پر باجے تاشے کی آواز،دوسرے مصیبت کے موقعہ پر آہ وبکا اور نوحہ کرنے کی آواز۔(مسند البزار ۲/ ۳٦۳، رجاله ثقات مجمع الزوائد ۳/ ۱۰۰، السلسلة الصحيحه للالباني ۱/ ۴۲٦) (۴) حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم آلات موسیقیت سے اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ آپ نے ایک موقعہ پر ان گھنٹیوں کو نکالنے کا حکم دیا جو جانوروں کے گلے میں بندھی تھیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔

(مسلم ٦/ ۱٦۲ ح ۵٦٦۸،صحیح ابن حبان ۱۰/ ۵۵۴ ح ۴۷۰۳،مسند احمد ۲/ ۳۴۳ ح ۷۵۵٦)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میوزک انسان کے دل میں نفاق اسی طرح اُگاتا ہے جس طرح پانی ساگ سبزی کو اُگاتا ہے۔(اولہ فی ابوداوٗد ۴/ ۴۳۵ ح ۴۹۲۹،السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/ ۲۲۳ ح ۲۱۵۳٦) (٦) حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:قرب قیامت میں اس امت میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہوں گی۔منجملہ ایک خرابی یہ پیدا ہوگی کہ اُن کے سروں پر (محفلوں،خوابگاہوں میں) آلاتِ موسیقی کے ساتھ ساتھ گانے والیاں بھی ہوں گی،اللہ ان کو زمین میں دھنسادیں گے اور اُن میں بعض لوگوں کی صورتیں بندروں اور خنزیروں کی سی بنادیں گے۔(سنن ابن ماجه ۲/ ۱۳۳۳ ح ۴۰۲۰ مسند الشاميين ۳/ ۱۹۲ ح ۲۰٦۱)

www.khanqah.in

www.khanqah.in

Vol. 15 No: 07 21 Feb. to 27 February 2014 Friday

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Jammu and Kashmir -192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 22-02-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

نوبل اِنعام۔تاریخی حقائق کی روشنی میں

مولانا شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند
shahdbd@gmail.com

اخبارات ورسائل میں جب ''نوبل انعام'' کا ذکر آتا ہے تو کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بڑا بھاری بھرکم انعام ہے اور کچھ لوگ تو اس کو عزت ووقار کا مسئلہ بنا کر اسے دنیا کا سب سے بڑا اعزاز سمجھنے سمجھانے لگتے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انھیں یہ معلوم نہیں کہ یہ انعام کہاں سے آتا ہے؟ کس کو ملتا ہے؟ اس کے دینے کے کیا اغراض ومقاصد ہیں؟ اور اسلامی وملّی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت کیا ہے؟۔

ہندوستان کی کئی نامور غیر مسلم ہستیوں کو یہ انعام مل چکا ہے۔لیکن ''نوبل انعام'' کا چرچا اس وقت سے زیادہ ہوگیا جب سائنس داں کی حیثیت سے پاکستان کے مسٹر عبدالسلام قادیانی کو ملا۔اس وقت سے ایک خاص گروپ کے پروپیگنڈے کی وجہ سے اسلامی ممالک اور مسلم حلقوں میں یہ بڑی اہمیت کا حامل ہوگیا بلکہ اسے ایک اہم ترین معجزہ قرار دیا جانے لگا اور یہاں تک باور کرایا جانے لگا کہ یہ انعام اس صدی کا سب سے بڑا انعام ہے اور جس کو ملا ہے وہ ''مسلم قوم'' میں صدی کا سب سے نامور فرد ہے۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نوبل انعام کے حقائق سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

نوبل انعام کی تاریخ یہ ہے کہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۳۳ء میں سویڈن کے دارالحکومت شاک ہوم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا پورا نام '' الفرڈ ابن ہارڈ نوبیل'' تھا، بڑا ہوکر یہ شخص ایک ماہر سائنسداں بنا اور ۶۳ سال کی عمر پاکر ۱۰ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اٹلی میں مر گیا۔

یہی وہ شخص ہے جس نے اپنے کیمیادانی اور انجینئرنگ کو پروان چڑھاتے ہوئے ایک خطرناک مہلک ہتھیار ''ڈائنامیٹ'' ایجاد کیا۔اس کے علاوہ بھی کئی جنگی آلات تارپیڈ وغیرہ پر اس کی بڑی تحقیقات ہیں۔اپنے مخصوص فکر ومزاج کی وجہ سے نہایت ہی خوفناک اور تباہ کن آلات تیار کرنا اس کا خاص فن تھا۔اس نے دنیا کو مہلک ہتھیار کا سبق تو خوب پڑھایا لیکن اس سبق کا پہلا اثر خود اسی کے خاندان پر پڑا۔چنانچہ ''ڈائنامیٹ'' کا تجربہ کرتے ہوئے اس کے بھائی سمیت تین افراد نہایت عبرتناک انداز میں اس طرح ہلاک ہوگئے تھے کہ اُن سب کے چیتھڑے پرخچے اڑ گئے تھے۔اپنے فنی مہارت میں جنون کے سبب، اہل خاندان کی عبرتناک ہلاکت نے اسے دل برداشتہ کردیا، چنانچہ اس حادثہ سے متاثر ہوکر اس نے اپنی جائیداد کا ایک بڑا حصہ انعام کے لیے وقف کر دیا۔وقف کرتے وقت وقف کی رقم سو سال قبل تراسی لاکھ گیارہ ہزار ڈالر تھی۔اس نے بطور خاص یہ وصیت کی کہ اصل رقم تو بینک میں محفوظ رہے اور اس کا سود، انعام میں تقسیم کیا جاتا رہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ''نوبل انعام'' حقیقت میں سودی رقم ہے۔کیوں کہ اس کے مالک ''الفرڈ بانی نوبل'' نے اصل رقم تو بینک میں محفوظ رکھنے کی وصیت کی ہوئی ہے اور بینک سالانہ جو سود اس پر دے گا اُس سودی رقم کو انعام میں دینے کی تجویز پیش کی تھی۔چنانچہ یہی سودی رقم اب تک انعام میں دی جاتی ہے اور جس کمیٹی کے ذمہ یہ انعام دینا سپرد کیا گیا ہے اس کا نام ''نوبل فاؤنڈیشن'' رکھا گیا ہے۔یہ کمیٹی ہر سال پانچ انعام تقسیم کرتی ہے۔

انعام کے نام سے اس سودی رقم کی تقسیم کا ضابطہ یہ ہے کہ یہ ''نوبل انعام'' (۱) فزکس (۲) فزیالوجی کیمسٹری (۳) میڈیشن (۴) اَدب اور (۵) ان لوگوں کو جو امن ومصالحت کے شعبوں میں نمایاں امتیازی کردار ادا کرنے والے ہوتے ہیں، دیا جاتا ہے۔اور انعام کی تقسیم کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کمیٹی یہ انعام، محض اپنے تجربات وصوابدید پر نہیں دیتی بلکہ اس کی منظوری اور انتخاب مختلف کمیٹیاں کرتی ہیں۔نوبل انعام حاصل کرنے والے امیدواروں کے نام مختلف کمیٹیوں کے سپرد کردیئے جاتے ہیں اور وہی اس کا حقدار منتخب کرتی ہیں۔

چنانچہ امن کا انعام اس کمیٹی کے حوالہ ہوتا ہے جس کے پانچ ممبر ہوتے ہیں اور اس کا انتخاب ناروے کی پارلیامینٹ کرتی ہے۔ادب پر انعام فرانس اور اسپین کی ایک کمیٹی کرتی ہے۔کیمسٹری فزکس پر انعام کا انتخاب سٹاک ہوم کی سائنسی کمیٹی کرتی ہے۔فزیالوجی اور میڈیشن پر بھی سٹاک ہوم کی ایک کمیٹی انعام متعین کرتی ہے۔یہ انعام پانچ لوگوں کو برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔نوبل انعام کی مقدار یہ ہوتی ہے کہ یہ انعام تین چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک سونے کا تمغہ ہوتا ہے۔نمبر ۲۔ ۸ ہزار پونڈ کی نقد رقم ہوتی ہے۔نمبر ۳، ایک تائیدی وتصدیقی سارٹیفکیٹ۔

اس سودی رقم کی تقسیم کا آغاز نوبل کی پانچویں برسی کے موقع پر ۱۹۰۸ء میں کیا گیا تھا۔اب تک یہ انعام سینکڑوں افراد کو مل چکا ہے۔ہندوستان میں جن لوگوں نے یہ انعام حاصل کیا ہے ان میں سرفہرست ۱۹۱۳ء میں رِوندرناتھ ٹیگور تھے۔شعبہ ادب میں نوبل انعام ۱۹۳۰ء سر وے رمن کو فزکس میں نمایاں مقام حاصل کرنے کی وجہ سے ملا۔ ۱۹۷۹ء ایک خاتون مدر ٹریسا کو امن کا نوبل انعام ملا جو ایک عیسائی عورت تھی۔

مسلمانوں میں نوبل انعام کے نام سے یہ سودی رقم پانے والے پہلے فرد ۱۹۸۷ء میں مصر کے سابق صدر انور سادات ہیں۔ان کو یہ انعام ملنے کی مختصر کہانی یہ ہے ۱۹۷۸ء میں اسرائیل کے وزیر اعظم مسٹر بے گن کو انعام ملا کہ اس نے یہودیوں کی اسرائیلی سلطنت عربوں کی زمین پر قائم کردی۔اور انور سادات نے چونکہ ملک وملت کو بالائے طاق رکھ کر امریکہ کی خوشنودی میں اسرائیل کو تسلیم کرلیا تھا، اس لیے نوبل فاؤنڈیشن نے ان کو بھی نوبل انعام دیا۔

اس کے بعد ایک آزاد مصری ادیب ''نجیب محفوظ'' کو بھی ایک ناول پر ادبی انعام ملا ہے۔اس ناول کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں اسرائیل اور امریکی حکام کی خوشنودی میں مذہب اسلام کا اور مذہبی پیشواؤں کا بہتر سے بہتر انداز میں مذاق اڑایا گیا ہے یہی وجہ تھی کہ اس ناول کی ہذیانی اور بدزبانی کی بنیاد پر مصر کی آزاد حکومت نے اس کی اشاعت پر پابندی لگاتے ہوئے ممنوع قرار دے دیا تھا۔لیکن چونکہ ''نوبل انعام کمیٹی'' کے اراکین کے نزدیک ناول نگار کا یہ بڑا نیک اور تاریخی کارنامہ تھا اس لیے بڑی دھوم دھام سے ناول نگار کو یہ انعام دیا گیا اور اس کی خوب تشہیر بھی کی گئی۔

پاکستان میں ۱۹۹۷ء میں عبدالسلام قادیانی کو فزکس میں نوبل انعام ملا۔اس انعام میں وہ تنہا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ اس انعام میں دو امریکن سائنسداں بھی شریک رہے۔اس انعام پر قادیانیوں نے تشہیری دنیا میں دھوم مچادی۔قادیانی دھرم کے لوگوں نے اسے اپنے ایک فرد کا حیرت انگیز کارنامہ بتایا بلکہ اسے ایک معجزہ قرار دیتے ہوئے قادیانیت کی حقانیت کو ثابت کرنا چاہا۔اندرون خانہ قادیانیوں کے ہی زیر اثر ہندوپاک کے بے شمار پرچوں نے اس نوبل انعام پر خصوصی مضامین شائع کیے۔بعض اداروں نے اس پر نمبر بھی نکالے اور اس کے سائنسی کارناموں کو سراہا، ''تہذیب الاخلاق'' علی گڈھ نے بھی عبدالسلام نمبر آب وتاب سے شائع کرڈالا۔یہ سب کچھ کہیں شعوری طور ہوا اور کہیں غیر شعوری طور پر۔

اگر نوبل انعام کے اغراض ومقاصد اور اس کی سیاسی حیثیت پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس انعام کی تقسیم وانتخاب میں صیہونی سیاسی مصالح کارفرما ہیں۔ان کے پوشیدہ مفاد ومقاصد اس سے وابستہ ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مذکورہ پانچوں شعبوں میں امتیازی خدمات انجام دینے والے مخلص مسلمان اس انعام کو اپنے لیے جائز ہی نہیں سمجھتے بلکہ ہمیشہ اس سے دور رہتے ہیں۔پھر بھی ذرا آپ انعام پانے والوں پر غائرانہ نگاہ ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ ۱۹۰۸ء سے اب تک انعام کا سلسلہ جاری ہے اور ہر سال پانچ کو انعام دیا جانے کا ضابطہ ہے اور دیا جاتا ہے۔ایک سو سال سے زائد کے عرصہ میں اس عظیم دنیا میں کوئی ایک بھی مسلمان اس لائق پیدا نہ ہوا جو اس انعام کا حقدار ہوتا؟۔کیا علم ادب تصنیف تالیف امن وشانتی کی لائن میں کوئی نام لیوا اسلام کا ایسا نہ ہوا؟۔حیرت در حیرت ہے یہ تمام انعام پانے والے صیہونی مزاج والے یا یہود ونصاری ہی ہوئے۔

اہل تاریخ پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس مدت میں بیشمار ادیب شاعر صاحب فن مسلمان ہوئے، کیا علامہ اقبال کے ادبی شاعرانہ کاموں سے دنیا واقف نہیں، یورپ میں ان کی کتنی کتابوں کا ترجمہ شائع ہوکر مشہور ہو چکا ہے۔محمد علی جوہر، لسان العصر اکبر الہ آبادی، مولانا حسرت موہانی وغیرہ کی ادبی خدمات کیا کسی سے کم ہیں؟ ہرگز نہیں۔کیا طب میں حکیم اجمل کے حیرت انگیز کارنامے دنیا کے سامنے نہیں ہیں؟۔امن وآشتی کی بین الاقوامی فضا سازگار کرنے میں، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا حسین احمد مدنی مولانا اسعد مدنی کے کارنامے کچھ کم ہیں؟۔غریبوں کی مسیحائی اور حاجت روائی میں حاجی اجمل علی آسامی کا کوئی بدل ''نوبل انعام کمیٹی'' کے پاس ہے؟ ہاں! مگر پریشانی یہ ہے کہ یہ لوگ نام کے ساتھ زبان وعمل کے بھی مسلمان تھے۔اسی جرم میں ان پر ''نوبل کمیٹی'' کی نگاہیں پڑتی ہی نہیں ہیں۔یا یہ کہہ لیجیے کہ سودی رقم سے یہ خدا کی حفاظت ہے جو ان بندگان خدا کے ساتھ ہے۔نوبل کے سودخوروں کے یہودیت زدہ فکر ومزاج کے مقابلہ میں خدا نے پوری دنیا کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی نگاہوں میں انھیں عزت ووقار بخشا ہے۔

رہی بات انور سادات کو نوبل انعام دینے کی، اسے تو ایک سیاسی مفاد کے وابستہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا کہ اس نے عربوں کی زمین پر اسرائیلی قبضہ کو تسلیم کیا، عبدالسلام قادیانی کے نوبل انعام کی وجہ بھی اسی طرح ہے چونکہ قادیانیوں کا اسرائیل میں ایک مشن ہے جو عرصہ سے کام کرتا ہے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کی پیہم کوشش کرتا ہے۔اب بھی ہزاروں کی تعداد میں اسرائیلی فوج میں قادیانی ٹریننگ حاصل کررہے ہیں جو کسی مشکل وقت میں مسلمانوں کے درمیان اسرائیلی مفاد میں کام آئیں گے۔یہودی چاہتے تھے کہ آئن اسٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں // بقیہ صفحہ 7 پر.....//